سلسلۂ اشاعت 187

بین الاقوامی شہید اعظم حسین ابن علی علیہما السلام

مصنف

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

ناشر

ڈیجیٹل لائبریری آف نور ہدایت فاؤنڈیشن

امام باڑہ غفران مآبؒ، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳ (یوپی) انڈیا



سید المفسرین صدر المحققین سید العلماء آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی نقی نقویؒ

ابن ممتاز العلماء آیۃ اللہ سید ابوالحسن نقویؒ

ولادت ۲۶ رجب ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء

وفات یکم شوال ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۸۸ء

نام کتاب : بین الاقوامی شہید اعظم حسین ابن علی علیہما السلام

مصنف : آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

تاریخ وسنہ اشاعت (آنلائن) ۷/ جنوری ۲۰۲۰ء

ناشر : ڈیجیٹل لائبریری آف نور ہدایت فاؤنڈیشن

مدیر : سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیفؔ جائسی

نائبین مدیر: بنت زہرا نقوی ندیؔ الہندی

سید قائم مہدی نقوی تذہیبؔ نگروری

فیروز علی کوپا گنج مئو (تزئین کار)

عظمت علی مبارکپوری

امام باڑہ غفران مآبؒ، مولانا کلب حسین روڈ،

چوک، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳ (یوپی) انڈیا

عرض نور

علم وادب کی دنیا میں 'ماہنامہ' کی اپنی ابلاغی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ 'جلد بازی کے ادب' صحافت میں ایک حد تک استقامت کا رنگ بھر کر اسے علمی وادبی متانت کا قابل توجہ بنا دیتا ہے اور 'کتابی' انداز کی پذیرائی اور یادگاری کے قریب تر کر دیتا ہے۔ کچھ یہی وجہ ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں علمی وسائنسی تحقیقی مجلوں میں ماہنامہ کا غلبہ قائم ہے۔ ایسے مجلّے عموماً اختصاصی ہو گئے ہیں اور اپنے معیار ومقدار کے لحاظ سے بڑے معتبر وموقر ہو چکے ہیں۔

دینی وملی ماہنامہ جو بنیادی طور پر اختصاصی ہوتے ہیں، ان کی بھی اپنی روایت رہی ہے اور اپنا خاص مقام۔ اردو زبان میں برصغیر ہند میں ایسے ماہناموں کی تاریخ قدیم بھی ہے اور درخشاں بھی۔

ماہنامہ 'شعاع عمل' ایسے ماہناموں کی صف میں شامل ہونے والا نسبتاً تازہ اضافہ ہے۔ پھر بھی یہ اپنی اشاعت کی 'صدی' برسوں پہلے مکمل کر چکا ہے اور 'دوسرے عشرہ' کی تکمیل کی طرف اپنے استقلال کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ اس 'کم عمری' میں اپنے نمود اور بلوغ نظر کے جھنڈے گاڑ چکا ہے۔ ساتھ ہی کئی جہات سے اپنے امتیازات اور خصوصیات ثبت کر چکا ہے۔ 'شعاع عمل' میں ابتدا سے معیاری علمی وتحقیقی مشمولات کے ساتھ 'یادگاری' کا عنصر نمایاں رہا ہے۔ علم وقلم کی نوابغ روزگار ہستیوں کی یادگار زمانہ مضامین کے ساتھ اس کا ہر شمارہ یادگار اور قابل قدر رہا اور مقبول عوام وخواص بھی۔ اسی یادگاری کے عنصر کے پیش نظر اس کے مطبوعہ ومطبوع عام معیاری مضامین کو ایک ایک کر کے سرِدست نور ہدایت فاؤنڈیشن کی آن لائن ڈیجیٹل لائبریری سے سالکانِ راہ تحقیق کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

زیر نظر پیش کش بھی مذکورۂ بالا سلسلہ کی ۱۸۷ ویں کڑی ہے جس کا موضوع بین الاقوامی شہید اعظم حسین ابن علی علیہما السلام ہے۔ اور جس کے مصنف آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی طاب ثراہ ہیں۔

امید ہے، ہمارے اہل ذوق و نظر قارئین کرام ہماری اس پیش کش کو بھی شرف قبولیت اور ہمیں اپنے مفید آرا سے سے نوازیں گے۔

سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیفؔ جائسی
دبیر مؤسسۂ نور ہدایت، لکھنؤ

❁❁❁

بین الاقوامی شہید اعظم حسین ابن علی علیہما السلام

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

اس مضمون کو محرم ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء میں امامیہ مشن نے اپنے سلسلہ اشاعت (نمبر ۱۷۰) میں تیسرے ایڈیشن کے طور سے شائع کیا تھا۔ اس کا پہلا ایڈیشن اس سے 'دو تین سال' قبل اشاعت پذیر ہوا تھا۔ عین ممکن ہے کہ امامیہ مشن کے ایڈیشن سے قبل یہ مضمون کسی رسالہ وغیرہ میں شائع ہو چکا ہو۔

آج جبکہ کانوں میں فرقہ وارانہ نعروں کی آواز گونجی ہوئی ہے، آنکھیں فرقہ پرستی کے مناظر دیکھنے کی عادی ہو چکی ہیں اور دل و دماغ فرقہ بندی کے تخیلات سے پر ہیں، یہ کہنا کہ حسینؑ کی ذات فرقہ بندیوں سے بالاتر ہے بظاہر غلط معلوم ہوگا۔ جبکہ یہ ظاہر ہے کہ حسینؑ کی ذات کا تعلق ایک خاص فرقہ سے ہے۔

بیشک حسینؑ کا تعلق ایک خاص فرقہ سے ہے، بہ ایں معنی کہ حسینؑ اسلام کے پیرو تھے۔ بیشک حسینؑ کا تعلق ایک ہی فرقہ سے ہے بایں معنی کہ حسینؑ مسلمانوں میں پیدا ہوئے اور بیشک حسینؑ کا تعلق ایک ہی فرقہ سے ہے بایں معنی کہ حسینؑ پیغمبر اسلامؐ کے نواسے تھے لیکن جس طرح کوئی دریا باوجود یکہ کسی ایک ہی حصہ زمین سے نکلا ہوگا مگر جہاں جہاں تک پہنچتا ہے ہر قوم کو فیضیاب کرتا ہے، جس طرح سورج مشرق سے نکلنے کے باوجود مغربی حصوں کو بھی اپنی ضوفشانیوں سے منور کر دیتا ہے، جس طرح بادلوں کا ایک سمت سے اٹھنا دوسری طرف کی

خشک زمین کو سیراب کرنے سے نہیں روکتا، اسی طرح حسینؑ کی شخصیت کا عرب قوم میں اور اسلام کے مذہب میں پیدا ہونا ان کو بلحاظ افادیت کسی ایک فرقہ تک محدود نہیں رکھ سکتا۔ بالکل اسی طرح جیسے ان کا بنی ہاشم کے خاندان میں ہونا عرب ملک اور قوم کے دوسرے خاندانوں کو ان سے بیگانہ قرار دینے کا باعث نہیں ہوسکتا۔

دنیا میں مختلف مذاہب ہیں لیکن باوجود تمام اختلافات کے کچھ اچھائیاں ایسی ہیں جن کو متفقہ طور پر تمام مذاہب اچھائیاں سمجھتے ہیں اور بہت سی برائیاں ہیں جو سب کے نزدیک برائیاں ہیں، یہاں تک کہ برے آدمی بھی برائیاں کرتے ہیں تو اچھائی کے نام کے ساتھ، ہر جھوٹ سچ کے نام سے بولا جاتا ہے۔ ہر بے ایمانی دیانت داری کے نام سے کی جاتی ہے اور یہ برائی کو اچھائی کہہ کے کرنا ہی اس کا ثبوت ہے کہ برا آدمی بھی اپنے اس عمل کو برا سمجھتا ہے۔

اس لئے میرا خیال ہے کہ اگر دنیا میں ایک بین الاقوامی ادارہ ایسا قائم کیا جائے جس میں تمام مذاہب کے ذمہ دار افراد شامل ہوں اور اس کا مقصد نوع انسانی میں ان اچھائیوں کی تبلیغ ہو جن کے اچھے ہونے پر سب متفق ہیں اور ان برائیوں سے روکنا ہو جن کی برائی سب کے نزدیک متفق علیہ ہے تو یہ ایک بڑی انسانی خدمت قرار پائے گی اور اگر دنیا عملی طور پر اس پر کاربند ہو جائے تو باوجود اختلاف مذہب وملت کے یہ دنیا سب کے لئے اس دور حیات میں ایک جنت بن سکتی ہے۔

جس طرح عمدہ اخلاقی اصول کسی ایک فرقہ سے مخصوص نہیں ہیں، اسی طرح کسی ایسے بلند اصول کی تعلیم دینے والے کی ذات ایک ہی فرقہ سے وابستہ نہیں ہوسکتی۔ امام حسینؑ نے ایک ایسا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے رکھ دیا ہے جو یکساں طور پر ہر فرقہ کے لیے مشعل راہ بن

سکتا ہے اور وہ ہے حسینؑ ابن علیؑ کا وہ جہاد جو انہوں نے خود اپنی قوم کی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے کیا، حسینؑ کی ذات فرقہ بندیوں سے بالاتر نہ ہوتی۔ اس وقت جب کہ وہ کسی دوسرے فرقہ کے خلاف جہاد کرنے اور نتیجتاً مخالف فرقہ کے افراد امام حسینؑ کے مخالف ہو جاتے لیکن امام حسینؑ نے جو جہاد کیا وہ اپنے ہی مذہب (اسلام) والوں کے ان افراد کے خلاف تھا جو اچھائیوں کے اصول سے ہٹ کر برائیوں کے پیرو ہو گئے تھے۔

موجودہ خلفشار اور ہنگامہ آرائیوں میں ہمارا اور آپ سب کا مشاہدہ ہے کہ ننانوے فیصدی لوگوں کا رجحان طبع اس طرف ہے کہ دوسری قوم کی خرابیوں کو مبالغہ کے ساتھ بیان کیا جائے اور اپنی قوم کے مظالم کی پردہ پوشی کی جائے۔ یہاں تک کہ جو بڑے افراد اپنی قوم کی زیادتیوں کا ذکر کرتے ہیں انہیں بھی دو طریقوں سے ہلکا کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہماری قوم نے جو مظالم کئے وہ دوسروں کے مقابلہ میں کم ہیں، دوسرے یہ کہ پہل دوسروں نے کی تھی۔ ادھر سے جو کچھ ہوا۔ وہ جواب میں ہوا پھر لیڈروں کی یہ کوشش تو ظاہر ہے کہ عوام اس کے معنی کیا سمجھ سکتے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر قوم کے افراد یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کیا وہ اگرچہ برا ہوتا مگر اس لئے اب برا نہیں کہ جوابی طور پر کیا گیا یا یہ کہ جو کچھ کیا دوسرے فریق کی برائیوں سے وہ کم ہے، اس لئے اسے قابل اعتراض نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اس ذہنیت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ عام افراد توازن برابر کرنے کے لئے اور زیادہ تشدد اور بربریت کا ثبوت دیتے ہیں۔ اس کے بعد منتقمانہ کاروائیاں دوسری طرف سے شروع ہو جاتی ہیں اس طرح قتل و غارت گری کا لامتناہی سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔

امام حسینؑ کی عملی تعلیم یہ ہے کہ تم غیروں کے عیوب دیکھنے کے بجائے خود اپنی

جماعت کے نقائص پر توجہ کرو اور ان ہی کو سب سے زیادہ اہمیت دو۔ حقیقی رہنما کا یہ فرض ہے کہ وہ عوام کو ان کی غلطیوں پر سختی سے متنبہ کرے اور دوسرے فرقہ کی بداعمالیوں کے تذکرے کو خفیف سمجھ کر ان کو اتنی اہمیت نہ دے تا کہ لوگوں کی نظر اپنی غلطیوں پر پڑے اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ کتنے غضب کی بات ہے کہ مذہب کے پرستار ایک ایک دوسرے کا برائیوں میں مقابلہ کرتے ہیں یعنی دوسرا برائی میں بڑھا نہ رہنے پائے۔ ہماری طرف سے کمی ہوئی ہے تو ہم اس کو پورا کر دیں، حالانکہ اگر مذہب کی روح دماغوں میں راسخ ہوتی تو اچھائیوں میں مقابلہ ہونا چاہیئے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ عوام مذہب کو بحیثیت ایک برحق اصول کے مانتے ہی نہیں بلکہ وہ اس لئے مانتے ہیں کہ وہ اس مذہب کے ماننے والے کے گھر میں پیدا ہوئے، اس لئے دل سے لامذہب ہیں۔

اپنے مذہب سے ان کو اس طرح کی محبت ہے جیسے اپنے وطن سے، اپنی اولاد سے، اپنے گھر سے اور اپنے کسی دوست سے، یہ اپنے ہونے کی بنا پر جو محبت ہوتی ہے وہ درحقیقت اپنی ذات کی محبت ہوا کرتی ہے، بس اس طرح سے ان کو اپنے مذہب کی محبت ہے۔ اس لئے ان کی مذہبی جنگ بھی درحقیقت ایک ذاتی لڑائی ہے جیسے زر، زمین، زن کے اوپر لڑائیاں ہوا کرتی ہیں لیکن تصادم کی بنیاد تو یہ ہوتی ہے، کہ ہر دوسرے کو اس حق سے کچھ کم ہی دینا چاہتا ہے۔ لہٰذا کش مکش فساد اور خونریزی کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ مصلحین کا فرض ہے کہ وہ اپنی قوم کی بے راہ روی اور گمراہی کے خلاف علم جہاد بلند کریں۔ چاہے اس راستے میں ان کی جان بھی کام آئے، جسے انتہائی بلندی کی منزل پر امام حسینؑ نے اپنے عمل سے پیش کیا۔

مذہب نے جو اصول بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے کے مقابلے میں

بلندی حاصل کرنا ہوتو اپنے حقیقی عمل کو اس سے بلند رکھے۔اس طرح اگر مقابلہ بھی دو فریق میں ہونا چاہیئے تو اس بات کا کہ دیکھیں کون دوسرے کے ساتھ احسان زیادہ کرتا ہے۔اس کے نتیجہ میں کبھی تصادم نہیں ہوسکتا۔اسلام نے جو تعلیم دی ہے اس کی ایک معمولی چیز پیش کرتا ہوں۔تجارت میں ترازو سے تولنے والی چیزوں کے متعلق حکم ہے کہ اگر تم خود تول کر بیچ رہے ہو تو کچھ زیادہ دینے کی کوشش کرو اور اگر تم خریدنے جاؤ اور دوکاندار تم سے تولنے کے لئے کہہ دے تو کچھ کم ہی لینے کی کوشش کرو۔اس کے بعد کیا مول تول میں کوئی جھگڑا ہوسکتا ہے؟ اب اگر دو قوموں کے درمیان کوئی معاملہ ہوا اور وہ اسی نظریہ کے ماتحت زمین کی تقسیم کریں چاہے دوسری طرف زیادہ زمین چلی جائے مگر دوسری قوم کی حق تلفی نہ ہو تو پھر تصادم کیونکر ممکن ہوسکتا ہے؟

یزید نے حسینؓ سے بیعت چاہی اور حسینؓ نے انکار کیا۔حسینؓ کو بیعت سے اتنا انکار کیوں تھا؟ اس کا جواب اسی سے ملے گا کہ آخر یزید کو بیعت کے لئے اتنا اصرار کیوں تھا؟ بس جس لئے اسے اتنا اصرار تھا، اس لئے حسینؓ کو انکار تھا۔ یزید کا اصرار بیعت پر اس لئے تھا کہ وہ سمجھتا تھا کہ اس نے اسلامی قوانین کی کھلی ہوئی خلاف ورزی کی ہے۔اس نے تو اتنے موٹے موٹے اصولوں کی خلاف ورزی کی تھی جس کی بنا پر خود اسے یقین تھا کہ ادھر لوگوں کے دماغوں سے رشوت کا نشہ ذرا بھی کم ہوا، اُدھر چمکتی ہوئی تلواروں کی چمک نظر سے ذرا اوجھل ہوئی اور ہر موٹی نظر کا مسلمان بھی محض ایک نگاہِ غلط انداز سے یہ سمجھ لے گا کہ یزید خلیفۂ برحق نہیں ہوسکتا۔ضرورت تھی کہ اپنے خلیفۂ برحق ہونے کے جواز میں شریعت اسلامی کے حقیقی پاسباں سے سند لے لی جائے تا کہ جب کبھی مسلمان بیدار ہو فوراً اس سے کہہ دیا جائے کہ اگر حکومت اس قابل نہ ہوتی تو رسولؐ کے نواسے حسینؓ کیوں بیعت کرتے؟ یہ یزید کی نادانی تھی

کہ اس نے یہ تصور بھی کیا کہ حسینؑ بیعت کرلیں گے۔حسینؑ اگر بیعت کر لیتے تو قیامت تک حقائق پر پردہ پڑ جاتا۔

اس لئے ان کو بیعت سے انکار ضرور تھا۔اسی طرح حسینؑ نے دو نتیجے حاصل کئے: ایک مسلمانوں کے لئے ایک دوسرے کے لئے۔مسلمانوں کے لئے آپ نے یہ اصول اپنے خون کی سرخ روشنائی سے ثبت کر دیا کہ قانون شریعت خلیفۂ وقت کے عمل کا پابند نہیں ہے۔اس لئے کبھی خلفائے وقت کے عمل سے احکام شرع کے سمجھنے کی کوشش نہ کرنا اور دوسرے فرقوں کے لئے یہ کہ اگر تمہیں اسلامی تمدن اسلامی تعلیم اور اسلامی اخلاق کا مطالعہ کرنا ہو تو کسی دمشق یا قرطبہ کے قصر خضراء یا قصر حمراء میں نہ جانا بلکہ مدینہ کے ان ٹوٹے ہوئے کھنڈروں پر نظر ڈالنا جہاں بوسیدہ پردے اور کچی دیواریں نظر آتی ہیں۔اس طرح حسینؑ نے قیامت تک یزید اور یزید منش انسانوں کو ان کے اصلی رنگ روپ میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا اور غلط فہمی کے امکانات کو ختم کر دیا۔حسینؑ کا یہ جہاد جو اپنی قوم ہی کے مقابلہ میں تھا اپنی نوعیت کے اعتبار سے جداگانہ تھا وہ اسلامی جہاد جو غیروں کے مقابلہ میں ہو اس میں کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ مثلاً جہاد اسی وقت کیا جائے گا جب غلبہ کا امکان ہو،تعداد کافی ہو، پھر سپاہیوں کی عمر کے لحاظ کی بھی ایک مقدار مقرر ہے کہ اس سے زیادہ عمر نہ ہو۔اسی طرح اور بھی پابندیاں ہیں،مثلاً حسینؑ نے جو جہاد کیا وہ اس جہاد سے بالکل مختلف تھا۔قرآن میں حکم آیا ہے کہ ۲۰ مسلمان ۲۰۰ کا مقابلہ کریں لیکن جب یہ معیار عمل کی کسوٹی پر پورا نہ اتر سکا تو کہا گیا کہ اچھا سو (۱۰۰) اور دو سو (۲۰۰) کی نسبت سے مقابلہ کرو۔وہ پہلا ہی معیار جو قرآن نے قائم کیا تھا جو عمل کی کمزوری کی بنا پر قابل قبول ثابت نہ ہو زیادہ سے زیادہ بیس اور دو سو یعنی دس گنے کی نسبت سے تھا،لیکن کربلا میں جو جہاد کیا گیا تھا اس میں ادھر بہتر (۷۲)

دوسری طرف کم ازکم تیس ہزار فوج۔اس میں جونسبت کافرق ہے وہ بدر جہاز یادہ ہے۔

پھر جہاد میں تعداد کافی ہونا ضروری چیز ہے مگر کربلا کی جنگ میں تعداد کے بڑھانے کے بجائے گھٹانے کی کوشش ہوئی۔راستے میں جتنے لوگ کچھ امیدوں کی بناء پر ساتھ ہولئے تھے آپ نے شہادت مسلمؑ کی خبر سننے کے بعد ان سے کہا کہ میں کسی فوج کشی یا حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لینے کی غرض سے نہیں جارہا ہوں۔وہ واپس جائیں اور اس طرح بہت سے لوگ چلے گئے۔اس کے بعد کربلا میں بھی شب عاشور آپ نے اپنے ساتھ کے لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو جانا چاہے بخوشی چلا جائے۔

پھر عمر کی پابندیاں جہاد میں لازمی ہوتی ہیں۔یہاں وہ بھی باقی نہیں رہیں ۸۰ برس کے حبیب ابن مظاہرؑ بھی ساتھ میں ہیں اور نابالغ بچے بھی۔بلکہ چھ ماہ کا شیر خوار علی اصغرؑ بھی میدان جہاد میں ساتھ ہے۔

معلوم ہوا کہ غیروں کے ساتھ جہاد میں جو شرائط ضروری ہوا کرتے ہیں، دین خدا کی حفاظت کے لئے اپنوں کے ساتھ جہاد کرنے میں ان کا کبھی لحاظ نہیں کیا گیا۔بلکہ تمام شدید ترین مصائب کو اس سلسلہ میں برداشت کیا گیا۔

امام حسینؑ نے دنیا کو مشترکہ انسانی حقوق کی جو تعلیم دی ہے وہ موجودہ زمانہ میں بھولی ہوئی انسانیت کی یاد دلانے کے لئے کافی ہے۔پانی رسد کا اہم ترین جزو ہونے کی حیثیت سے خود حسینؑ کے لشکر کے لئے ضروری اور بیش قیمت تھا اور دشمن کو پانی پلا کر تقویت پہنچانا بظاہر اپنے کو کمزور کرنے کے مترادف تھا۔لیکن امام حسینؑ نے فوج حر کو پانی پلا کر ظاہر کیا کہ اگرچہ دشمن ہیں مگر نوع بشر کی فرد ہیں اور پیاسے ہیں۔لہٰذا پانی ان سے عزیز نہیں کیا جاسکتا۔یہ نہیں کہ محض حکم دے دیا ہو جیسا کہ اکثر لیڈر کرتے ہیں کہ زبانی تعلیم دے دیتے

ہیں اور اس پر عمل درآمد نہ کیا گیا تو یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ ہم نے تو کہہ دیا تھا۔ جماعت نے ہمارا حکم نہ مانا بلکہ اس حقیقی رہنما کی شان یہ تھی کہ خود کرسی بچھا کر اپنے سامنے پانی پلوانے لگے۔ بخدا امام حسینؑ کے انصار وہی کرتے جیسا حسینؑ نے حکم دیا تھا لیکن امام حسینؑ نے خود اپنا فرض بھی ادا کرنا ضروری سمجھا۔

علی ابن طعان محاربی کا بیان ہے کہ میں بہت پیاسا تھا، حسینؑ نے محسوس کر لیا اور کہا:

''اے شخص فلاں اونٹ پر پانی ہے، پی لے، میں گیا لیکن فرط تشنگی سے دہانہ ٹھیک منھ تک نہ لگا سکا اور پانی گرنے لگا حسینؑ بہ نفس نفیس اٹھ کھڑے ہوئے اور خود مشک کا دہانہ ٹھیک کر کے مجھے سیراب فرمایا''

یہ اور اس کے مثل وہ حسینی تعلیم کے خط و خال ہیں جن
کی وجہ سے ہم یہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں کہ حسینؑ
کی ذات تمام فرقہ بندیوں سے بالاتر ہے۔

BAINUL AQWAAMI SHAHEED E AAZAM HUSAIN IBN E ALI (A.S)

BY

AYATULLAHIL UZMA SAYYIDUL ULAMAA
MAUALANA SAYYID ALI NAQI NAQAVI TABA SARAH

PUBLISHER
DIGITAL LIBRARY OF NOOR-E-HIDAYAT FOUNDATION
IMAM BARA GHUFRAAN MA'AB, MAULANA KALBE HUSAIN ROAD, CHOWK,
LUCKNOW,226003(UP)INDIA
PHONE-0522-2252230,08736009814
EMAIL:noorehidayat@gmail.com
WEBSITE:www.noorehidayatfoundation.org